

بسم الله الرحمن الرحيم

فکر و نظر

مولانا سید داود غزنوی

رمضان المبارک

نزول قرآن مجید کی یادگار (از اسوۂ محمدی کے قیام کے ہدایت

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

”رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا، جو انسانوں کے لئے موجب ہدایت ہے، اور جس کی تعلیم میں ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کی تمیز کے لئے کھلے نشان موجود ہیں، پس جو اس مہینے میں زندہ موجود ہو، وہ روزے رکھے، اور جو مریض ہو یا مسافر وہ ان کے بدلے دوسرے دنوں میں پھر روزے رکھے۔“

خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا، تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو، اور روزے اس لئے فرض ہوئے کہ تم اس عطاے ہدایت پر خدا کی بڑائی کرو اور شکر بجالاور۔“
قرآن مجید نے مذکورہ آیات میں روزے کا حکم دیتے ہوئے ہمیں ماہِ صیام کی اصل حقیقت، مقصد اور اس کے نتائج کی اطلاع دی ہے، ہم ان آیات قرآنی کے مضامین کو ان تین عنوانوں کے تحت تقسیم کر سکتے ہیں:

اول: اصل حقیقت ماہِ صیام دوم: مقصد صیام سوم: نتائج صیام

اول: حقیقت ماہِ صیام

سب سے پہلے یہ فرمایا کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اقلیم رسالت اور کشور نبوت کے سب سے بڑے تاجدار محمد بن عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نامہ خیر و برکت اور دستور ہدایت قرآن حکیم کا نزول ہوا اور یہ اس وقت ہوا جبکہ آپ غارِ حرا کے اندر انسانی آبادی سے دور، مادی ضروریات سے کنارہ کش ہو کر کئی کئی روز بھوکے اور پیاسے رہ کر راتوں کو اٹھ اٹھ کر مشغول دعا تھے اور انسانوں کو گمراہی، باطل پرستی، سرکشی اور تمرد سے نکالنے کے لئے سر بسجود رہتے تھے۔ پس رمضان المبارک یا ماہِ صیام کی اصل حقیقت

نزول قرآن کی یادگار اور تذکار ہے، فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

”رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا“

اور حامل و مبلغ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُسوۂ حسنہ کی اقتدار اور اتباع ہے۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

”تم میں سے جو شخص اس مہینے میں زندہ موجود ہو، وہ روزے رکھے“

انبیاء کرام کا اُسوۂ حسنہ

قرآن کریم میں انبیاء کرام کے اعمال حیات اور وقائع زندگی کو اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ ان کی اقتدار کی جائے اور ان کے اُسوۂ حسنہ کی تاسی (پیروی) کی جائے۔ انبیاء کرام میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اعمال حیات کو ایک خاص عظمت و شرف اور اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کو اس کے اتباع کی اس طریق پر دعوت دی، اور فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ (الممتحنہ: ۴)

”یقیناً تمہارے لئے ابراہیم کی زندگی میں اور ان لوگوں کی زندگی میں جو ایمان کے اعلیٰ مدارج

میں ان کے ساتھ نظر آتے ہیں، پیروی اور اتباع کے لئے بہترین نمونہ ہے۔“

جس طرح قرآن کریم نے حضرت ابراہیم کی مبارک زندگی کو بطور اُسوۂ حسنہ کے دنیا کے سامنے

پیش کیا، اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور اعمال حیات کو بھی اُسوۂ حسنہ کے طور پر پیش کیا اور فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کے اعمال حیات میں بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔“

یہی دو انبیا ہیں جنہیں یہ شرف مخصوص حاصل ہے کہ قرآن نے ان کی پاکیزہ زندگیوں کے لئے

اُسوۂ حسنہ کا لفظ استعمال کر کے دنیا کے لئے انہیں بہترین نمونہ کے طور پر پیش کیا اور ان کے عملوں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر کے ضائع ہونے سے بچا دیا۔

اُسوۂ ابراہیمیؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ سرزمین پر لا کر بسایا کہ خدا کی حمد

و تقدیس بجالائیں۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے ان کے عزیز فرزند کی قربانی طلب کی۔ باپ بیٹا دونوں

نے اس قربانی کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے بندوں کی یہ مخلصانہ ادائیں کچھ اس طرح بھاگئیں کہ

اس موقع کی ہر حرکت کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا اور اس کو ہمیشہ دنیا میں زندہ رکھنے کے لئے اس موقع کی ہر ہر ادا کو پیراؤں دین حنیف پر فرض کر دیا گیا، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر سال جب حج کا موسم آتا ہے تو لاکھوں انسانوں کے عمل سے اُسوۂ ابراہیمی جلوہ نما ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر تنفس وہ سب کچھ کرتا ہے جو آج سے کئی ہزار برس پہلے خدا کے دو مخلص بندوں نے وہاں کیا تھا۔ یہی وہ دائمی بقا ہے جس کا ذکر یوں ہے:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

”ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کو اپنی رحمت سے بہت بڑا حصہ دیا اور ان کے لئے اعلیٰ و اشرف ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا۔“

اُسوۂ محمدی

حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حضور یہ دعا والتجا کی تھی کہ

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

”اے پروردگار! میری اولاد میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے، کتاب و سنت کی تعلیم دے اور تمام ناپاک عقائد سے ان کو پاک کر دے۔“

خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول کی اور اس معلم کتاب و سنت کو مبعوث فرمایا اور دنیا کے سامنے ’اُسوۂ محمدی‘ کو پیش کیا۔ اس اُسوۂ عظیمہ کا سب سے پہلا منظر عالم ملکوتی میں وہ استغراق نام تھا، جبکہ صاحب سنت یا صاحب اُسوۂ انسانوں کو ترک کر کے خدا کی صحبت اختیار کئے ہوئے تھا اور انسانوں کے بنائے ہوئے گھروں کو چھوڑ کر غارِ حرا کے تیرہ و تاریک حجرے میں گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ وہ اس عالم میں کئی کئی راتیں جمالِ الہی کے بے کیف نظارے میں بسر کرتا رہتا تھا تا آنکہ اس تنگ و تاریک غار کے اندر قرآن کا نور طلوع ہوا، اور خدا کو اپنے پیارے بندے کی اس ماہ میں مخلصانہ عبادت، گوشہ نشینی، بھوک پیاس اور راتوں کو جاگنا کچھ ایسا پسند آیا کہ دنیا میں اُسوۂ حسنہ کے طور پر اس کو ہمیشہ زندہ رکھا۔ پس جس طرح خدا تعالیٰ نے دین حنیفی کے داعیِ اوّل کے اُسوۂ حیات کو دو امتیختی، اسی طرح دین حنیفی کے آخری مکمل اور مُتمّم وجود کے اُسوۂ حسنہ کو بھی ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا۔

آپ راتوں کو بارگاہِ الہی میں مشغول عبادت رہتے تھے، پس پیراؤں اُسوۂ حسنہ اور متبعین سنت محمدیہ بھی رمضان المبارک کی راتوں میں قیام لیل کرنے لگے اور تلاوت و سماعت قرآن مجید سے وہ تمام برکتیں ڈھونڈنے لگے جو اس ماہ مبارک کو قرآن حکیم کے نزول سے حاصل ہوئیں۔ آپ اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک تنہا گوشہ میں خلوت نشین ہوتے تھے۔ پس ہزاروں مؤمنین قانتین اس ماہ مقدس میں اعتکاف کے

لئے مساجد میں گوشہ نشین ہونے لگے، اور اس طرح غارِ حرا کے اعتکاف کی یاد ہر سال زندہ ہونے لگی۔ آپ بھوکے پیاسے رہتے تھے، لہذا تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھی بھوکے پیاسے رہو، تاکہ ان برکتوں اور رحمتوں میں سے حصہ پاؤ۔ جو نزولِ قرآن کے مبارک دنوں کے لئے مخصوص تھیں۔ چنانچہ جس طرح اُسوہ ابراہیمی کی یادگاری جج کو فرض کر کے قائم رکھی گئی، اسی طرح اُسوہ محمدی کی بھی یادگاری ماہِ رمضان المبارک کی صورت میں قائم رکھی گئی جو چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی زندہ ہے اور ان شاء اللہ ابد الابد تک زندہ رہے گی۔

رمضان المبارک

رمضان المبارک کیا ہے؟ سعادتِ انسانی اور ہدایتِ اقوام و ملل کے ظہور کی وہ عظیم الشان یادگار ہے جس کا دروازہ قرآن حکیم کے نزول سے دنیا پر کھلا۔ یہی مہینہ خدا کی سب سے بڑی رحمت و برکت کے نزول کا ذریعہ بنا اور اسی مہینہ میں خدا کی رحمتوں کی صدیوں کے بعد بارش ہوئی اور اسی عہد میں دنیا کی وہ سب سے بڑی خشک سالی ختم ہوئی جو چھ سو سال سے بنی نوعِ انسان کے قلب و روح پر چھائی ہوئی تھی اور اسی موسم میں ایام اللہ کی وہ بہار آئی جس میں کوہِ فاران کی چوٹیوں پر ابرِ رحمت نمودار ہوا تاکہ کشورِ انسانیت کی سوکھی کھیتوں کو سرسبز کرے اور کائناتِ ارضی کی تشنگی ہدایت کو سیراب کرے۔

لیلۃ القدر

اور وہ کون سی رات تھی؟ جس میں سعادتِ انسانی کا یہ مبارک پیغام آیا جس کی تبلیغ صادق و صدوق محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہوئی، جس میں وحی الہی کا دروازہ غارِ حرا کے گوشہ نشین پر کھلا، وہ عزت و حرمت کی رات تھی۔ وہ ہزاروں راتوں بلکہ ہزاروں مہینوں سے بہتر رات تھی، کیونکہ اس رات ہم پر برکاتِ ربانی کی سب سے پہلی بارش ہوئی۔ اس رات تزیینہِ نبوت کے حامل قلب پر کلامِ الہی کے اسرار سب سے پہلے منکشف ہوئے۔ یہ فرشتوں کی آمد کی رات تھی۔ اس رات آسمان کی باتیں زمین والوں کو سنائی گئیں اور اسی رات عصیاں و سرکشی کی تاریکی میں مبتلا اور ظلم و تعدی سے مضطرب اور بے چین دنیا کو امن اور سلامتی کا پیغام ملا

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَبِيرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرَّوْحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

”ہم نے قرآن کو عزت و حرمت والی رات میں اتارا، اور ہاں تمہیں کیا معلوم کہ عزت و حرمت والی رات کیا ہے؟ وہ رات ہزار مہینہ سے بہتر ہے، جس میں ارواحِ مقدسہ اور فرشتے حکم الہی

احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس رات میں طلوع صبح تک سلامتی ہی سلامتی ہے“ (سورۃ القدر)

قیامِ رمضان

یہ انہی احسانات و انعاماتِ الہیہ کا شکر یہ ہے کہ مسلمان دن بھر کی بھوک اور پیاس کے بعد عجب جوش اور محویت کے عالم میں رات کو خدا کی یاد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ خاموش اور محو خواب ہوتا ہے، لیکن شیفتگانِ سنت محمدیہ اپنے بستروں کو خالی کر دیتے ہیں اور اسی کی حمد و ثنا میں مشغول ہو جاتے ہیں، جس نے اس ظلمت کدہ عالم میں صرف ہمیں ایک ایسا چراغ بخشا جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے۔ اسی کی تسبیح و تقدیس کے نغمے بلند کرتے ہیں جس نے اقوام عالم میں ہمیں یہ عزت بخشی کہ ہم نے اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا اور اس کی سنت کو زندہ کیا

سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة
والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحي الذى لا ينام ولا يموت، سبحو قدوس
ربنا رب الملائكة والروح (كنز العمال: ۲۰۶۳، ۲۲۶۶۱)

”اس حکومت اور شہنشاہی والے کی تقدیس، اس عزت و عظمت، ہیبت و قدرت، کبریائی اور جبروت والے کی تقدیس ہو۔ اس زندہ بادشاہ کی تقدیس ہو جو نہ کبھی سوتا ہے اور نہ کبھی مرتا ہے، پاک اور قدوس ہے ہمارا رب، اور تمام فرشتوں اور روحوں کا رب۔“

دوم: مقصدِ صیام

یہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے، اور جس قدر روح میں پاکیزگی اور طہارت ہوگی، اسی قدر انسان ملکوتی صفات کا مظہر اور حامل ہوگا، اور جس قدر انسان کھانے پینے اور لذائذ شہوانی میں زیادہ منہمک ہوگا، اسی قدر قوائے بہیمیہ مشتعل اور قوائے ملکیہ کو شکست دینے کے درپے ہوں گے۔ چونکہ قوائے بہیمیہ کی قوت و طاقت کا دار و مدار کھانے پینے اور لذائذ شہوانیہ میں انہماک پر ہے، اسی لئے ظاہر ہے کہ نفس کی قہر مانی کو شکست دینے اور قوائے بہیمیہ کو کمزور کرنے کے لئے ان اسباب و دواعی کو کم کرنے کی ضرورت ہے جن سے قوائے بہیمیہ کو طاقت اور ملکوتی صفات کو شکست ملتی ہے۔ اور یہی مقصدِ روزہ کا ہے جس کی طرف آیتِ زیبِ عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے، لیکن اصل مقصد چونکہ عبادتِ روح ہے نہ کہ تعذیبِ جسم، اس لئے اسلام نے تکلیفِ جسم کو اس قدر شدید اور ناقابلِ برداشت نہیں بنایا کہ اس سے اصل مقصد فوت ہو جائے۔ اس لئے سال بھر میں صرف ایک مہینہ روزوں کے لئے مخصوص کر دیا، جس میں قرآن مجید کا نبی الرحمہ پر نزول ہوا، تاکہ یہ مبارک مہینہ قرآن مجید کے نزول کی یادگار ہو اور روزوں کے ذریعے روح کی پاکیزگی اور طہارت کا سبب بھی ہو۔

چونکہ اصل مقصد تقویٰ اور تزکیہ روح ہے، نہ کہ تعذیب جسم جیسا کہ دوسرے مذاہب میں خیال کیا جاتا ہے، اس لئے تکلیل غذا اور لذائذ شہوانیہ کی ایسی صورت قائم کر دی جو سوائے معذور انسانوں کے باقی سب کے لئے قابل عمل اور آسان ہو۔ کیونکہ تکلیل غذا کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک تو یہ کہ مقدار غذا کم کر دی جائے اور دوسرا یہ کہ خوراک کے مختلف اوقات میں معتاد وقفہ سے زیادہ وقفہ کر دیا جائے۔ اسلام نے اور دوسرے مذاہب نے بھی تکلیل غذا کی دوسری صورت کو تجویز کیا ہے۔

اس لئے کہ پہلی صورت یعنی مقدار غذا کو کم کر دینا اگر روزہ قرار دیا جاتا تو اول یہ کسی قاعدہ اور ضابطہ کے ماتحت نہ ہوتا کیونکہ اگر کم وزن مقرر کر دیا جاتا تو یہ اختلاف ملک، اختلاف آب و ہوا، اختلاف مزاج اور اختلاف قوی کی بنا پر کسی حالت میں درست نہ ہوتا اور اگر ہر ایک شخص کے لئے انفرادی طور پر حکم ہوتا کہ اپنی معتاد غذا کا نصف کھا دیا اس سے کم و بیش تو یہ بھی ایک ناقابل عمل چیز تھی، کیونکہ ہر ایک انسان کی اگرچہ ایک معتاد غذا ضرور ہے لیکن پھر بھی ہر شخص کو اپنی معتاد غذا کا ٹھیک نصف یا تہائی کرنا اور ایک لقمہ بھی کم و بیش نہ ہونے دینا قریباً ناممکن ہے، اور ثانیاً اس سے قانون اور ضابطہ کی وہ عمومیت جو اس کی سب سے بڑی صفت ہے، جاتی رہتی لہذا تکلیل غذا کی دوسری صورت اختیار کی، یعنی خوراک کے اوقات میں معتاد اوقات سے زیادہ فاصلہ جس سے بھوک اور پیاس محسوس ہو اور تووائے بہمیہ کی پامالی ہو اور روح کو طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو۔

اسلام نے اس بھوک، پیاس اور ترک لذائذ شہوانیہ کو اس قدر سخت اور ناقابل عمل نہیں بنایا کہ یہ مقصود بالذات ہو جائے اور جو اصل مقصد ہے، وہ فوت ہو جائے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ اسلامی عبادت و ریاضت کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ کر کے دکھایا جائے تاکہ معلوم ہو کہ ارشاد خداوندی ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ کس قدر اپنے اندر ناقابل تردید صداقت رکھتا ہے۔

دوسرے مذاہب نے تکلیف و تعذیب جسمانی کو بھی ایک قسم کی عبادت بلکہ بہترین اقسام عبادت میں سے قرار دیا ہے۔ اور اسی تخیل کا یہ اثر ہے کہ یہودیوں کے ہاں قربانی اس قدر طویل و کثیر رسوم پر مشتمل تھی جس کی صرف شرائط اور لوازمات کا بیان تورات کے چار پانچ صفحات میں مذکور ہے۔ افطار کے وقت صرف ایک دفعہ کھا سکتے تھے، اس کے بعد دوسرے روز کے وقت افطار تک کچھ نہیں کھا سکتے تھے [یعنی مستقل سحری کھانے کی اجازت نہ تھی]۔ اور اگر بغیر کھائے ہوئے بد قسمتی سے نیند آگئی تو پھر کھانا مطلق حرام تھا۔ ایام صیام کی پوری مدت میں بیویوں کی مقاربت بھی حرام تھی۔

عیسائی راہبوں نے رہبانیت کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے شرعی بیاہ کو بھی اپنے اوپر حرام کر دیا، اور

ترک آسائش و لذائذِ جسمانی ان کے ہاں بہترین عبادت تھی۔ قربان گاہ، صلیب اور کنواری کے بت کے آگے گھٹنوں کے بل گھٹنوں جھکے رہنا، کئی کئی روز کھانا پینا چھوڑ دینا زہد و تقویٰ کی انتہا سمجھی جاتی تھی۔

ہندو جوگیوں نے تپسیا اور ریاضتِ شاقہ کی اور بھی عجیب و غریب رسم ایجاد کی۔ ان کے ہاں سالہا سال تک کھڑے رہنا، سخت دھوپ میں بغیر کسی سائے کے کھڑا رہنا، جاڑوں میں ننگے بدن رہنا، تمام جسم پر راکھ ملنا، دس دس برس تک ایک ہاتھ کو ہوا میں بلند رکھنا اور ایک ایک چلہ تک کھانا پینا بالکل چھوڑ دینا تقربِ الٰہی اللہ کے حقیقی راستے سمجھے جاتے تھے۔

ان میں جینیوں کا فرقہ پیدا ہوا تو اس نے ناک، منہ اور کان کو بند رکھنا شروع کیا تا کہ ان کے تنفس کے ذریعے کسی کیڑے کو اذیت نہ ہو۔ ہندوؤں میں بُدھ کا فرقہ پیدا ہوا تو اس کے بھکشو جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے لگے اور گھاس، پتوں اور بھیک کے ٹکڑوں پر گزار کرنے کو زہد و اتقا کی علامت سمجھنے لگے، جس کی معمولی سی یادگار اس وقت بھی برما میں موجود ہے۔

لیکن اسلام نے رہبانیت کی تمام شکلوں کو ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا: ”لا رہبانیۃ فی الاسلام“ (اسلام میں کسی قسم کی رہبانیت نہیں ہے) یہود و نصاریٰ جس رہبانیت پر فخر کرتے تھے، اس کے متعلق یہ فرما کر رہبانیت کی حقیقت بے نقاب کر دی کہ

﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الحمدید: ۲۷)

”یہ رہبانیت ان کی اپنی ایجاد ہے، ہم نے ان کو اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا“

غرض اسلام نے تعذیبِ جسمانی اور ریاضتِ شاقہ کو خلافِ منشا دین اور انسان کی ضعیف گردن کے لئے بائراں سمجھ کر اس کو غلط قرار دیا اور پیغمبر اسلام کی تعریف میں یہی فرمایا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

”اور اس طوق و زنجیر کو جو شدید احکام کی، ان کی گردن پر پڑی ہوئی تھی، علیحدہ کرتا ہے۔“

اور روزوں کے حکم کے بعد خاص طور پر فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

”خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں۔“

☆ اسلام نے صیام کے سلسلہ میں جو آسانیاں امتِ مسلمہ کے لئے پیش کی ہیں، ان کے مطالعہ سے اس آیت کی پوری پوری تشریح سامنے آ جاتی ہے، مثلاً اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں شب و روز کا روزہ ہوتا تھا، اسلام نے روزے کی مدت صرف صبح صادق سے شام تک قرار دی

﴿حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتَمُّوْا

الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴿البقرة: ۱۸۷﴾

”کھاؤ پیو یہاں تک کہ رات کے تاریک خط سے صبح کا سپید خط ممتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو ابتداءً شب (شام) تک پورا کرو۔“

بعض لوگ عمر بھر روزے رکھتے تھے، اسلام نے اس کو بالکل ممنوع قرار دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لاصام من صام الأبد“ (ابن ماجہ)

”جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے کبھی روزہ نہیں رکھا۔“

☆ ایامِ صیام میں رات کو سو جانے کے بعد پھر کھانا حرام تھا، اسلام نے اس کو منسوخ قرار دیا جیسا کہ بخاریؒ کی روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ ابتداءً اسلام میں جب روزہ رکھتے اور افطار کا وقت آ جاتا اور وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتے تو پھر رات بھر اور دن بھر دوسرے دن کی شام تک کچھ نہ کھاتے۔ اس اثنا میں قیس بن صرہ انصاری جو روزہ سے تھے، افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے، انہوں نے کہا: ہے تو نہیں لیکن چل کر ڈھرنڈتی ہوں، قیس دن بھر کام کر کے تھکے تھے، سو گئے۔ بیوی آئیں تو افسوس کر کے رہ گئیں، جب دوپہر ہوئی تو قیس کو غش آ گیا، یہ واقعہ آنحضرت سے بیان کیا گیا، اس وقت یہ آیت نازل ہو:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”کھاؤ پیو، یہاں تک کہ رات کے تاریک خط سے صبح کا سپید خط ممتاز ہو جائے۔“

☆ اسلام سے پہلے ایامِ صیام کی پوری مدت میں مقاربت سے محترز رہتے تھے لیکن چونکہ یہ ممانعت انسان کی فطری خواہش کے بالکل منافی تھی، اس لئے اکثر لوگ اس میں خیانت کے مرتکب ہوتے تھے۔ اسلام نے اس حکم کو صرف روزہ کے وقت تک محدود رکھا جو صبح سے شام تک کا زمانہ ہے۔ فرمایا:

﴿أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفْعُ إِلَى نِسَاءِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”تمہارے لئے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مقاربت حلال کی گئی، تمہارا ان کا ہمیشہ کا ساتھ ہے۔ خدا جانتا ہے کہ تم اس میں خیانت کرتے تھے، پس اس نے تم کو معاف کر دیا۔ اب ان سے ملو جلو اور خدا نے تمہاری قسمت میں جو لکھا ہے، اس کو ڈھونڈو“

☆ اسلام میں بھول چوک اور خطاً و نسیان معاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے امت مسلمہ کو اس شرف

سے مخصوص کرتے ہوئے فرمایا:

”رفع عن أمتي الخطأ والنسيان“ ”میری امت سے خطا و نسیان معاف کیا گیا“

اس لئے اگر حالتِ صوم میں کوئی شخص بھول چوک سے کچھ کھالے یا پی لے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، آپ نے فرمایا:

من أكل أو شرب ناسيا فلا يفطر فانما هو رزق الله (ترمذی)
 ”جو بھول کر کھاپی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، وہ تو خدا کی روزی ہے“

☆ اسی طرح وہ افعال جو گوروزہ کے منافی ہیں لیکن انسان سے قصداً سرزد نہیں ہوئے بلکہ وہ اس میں مجبور ہے، مثلاً محتلم ہو جانا، بلا قصدتے ہو جانی، ان چیزوں سے بھی نقص صوم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر کہ ”ایک بار آپ کو استفراغ [قے] ہوا تو آپ نے روزہ توڑ دیا“ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ استفراغ ناقص صوم ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے نفلی روزہ رکھا تھا۔ اتفاقی استفراغ سے بنظر ضعف آپ نے روزہ توڑ دیا جیسا کہ امام ترمذی نے ’جامع ترمذی‘ میں لکھا ہے۔

☆ اسلام سے پہلے دوسرے ادیان میں بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں اور معذوروں کے لئے کوئی استثنا نظر نہیں آتا، لیکن اسلام نے ان تمام اشخاص کو مختلف طریق سے مستثنیٰ قرار دیا۔ بیمار اور مسافر کے لئے فرمایا کہ وہ رمضان کے علاوہ اور دنوں میں قضا روزے رکھ لیں۔

☆ عورتوں کے فطری عذرات کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے ایامِ عادیہ، ایامِ حمل، اور ایامِ رضاعت میں رمضان کے روزے معاف کر دیئے اور ان کی بجائے دوسرے دنوں میں روزوں کی قضا یا فدیہ مقرر کر دیا۔ ابن عباسؓ نے بھی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ﴾ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

سوم: روزہ کے نتائج

مقصدِ صوم اور اس کے نتائج کی تشریح کے لئے آیاتِ زیبِ عنوان کے مندرجہ ذیل جملوں کی طرف

توجہ فرمائیے:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

﴿لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ﴾ اللہ نے جو تم کو راہِ راست دکھائی ہے اس پر اللہ کی تکبیر و تقدیس کرو۔
 ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ تاکہ تم اس نزولِ خیر و برکت پر خدا کا شکر بجالاؤ۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ روزہ کے مقصد اور اس کے نتائج و آثار میں ان تین چیزوں کا ہونا

ضروری ہے: (۱) اتقا (۲) تکبیر و تقدیس (۳) حمد و شکر

اگر روزہ دار نے اپنی زندگی میں روزہ کے نتائج کے طور پر ان تینوں امور کو نہ پایا تو پھر یہ نہیں کہا

جاسکتا کہ روزہ رکھا گیا اور اس فرض کی انجام دہی ہوگی۔

کیونکہ انسانی اعمال و اشغال کا وجود فی الحقیقت ان کے نتائج و آثار کا وجود ہے۔ اگر نتائج و آثار ظہور پذیر نہ ہوئے تو پھر یہ نہ کہئے کہ ان اعمال کا وجود تھا۔ اگر آپ دوڑتے چلے جا رہے ہیں کہ راستہ ختم ہو اور منزل قریب ہو، لیکن آپ غلطی سے بھٹک کر دوسرے راستہ پر جا پڑتے ہیں، جس سے آپ کی مسافت لمبی اور منزل دور تر ہوتی جاتی ہے، تو آپ کی سعی لا حاصل اور ساری تگ و دو عبث ہوتی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے مسافت طے کر لی اور منزل پر پہنچ گئے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر روزہ دار روزہ رکھتا ہے، کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرتا ہے، لیکن روزہ کے نتائج یعنی اتقا، تکبیر و تقدیس اور شکر و حمد الہی اس کے اندر نمایاں نہیں ہوتے تو اس کو روزہ دار نہیں کہا جاسکتا۔ ہم یہ کہیں گے کہ وہ فاقہ کش ہے، وہ پیاسا ہے، لیکن افسوس کہ اس کی گرسنگی [بھوک] اور تشنگی کی حیثیت اس پھول سے زیادہ کچھ نہیں جس میں رنگ و بو نہیں۔ یقیناً اس روزہ دار کی مثال ایک بے جوہر آئینہ اور بے روح جسم کی ہے، اور ہر شخص سمجھتا ہے کہ ایک جسم بے روح، ایک آئینہ بے جوہر، اور ایک بے رنگ و بو گل ایسی چیزیں ہیں جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اسی حقیقت کبریٰ کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کیا ہے:

رَبِّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامٍ إِلَّا الْجُوعُ وَ رَبِّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامٍ إِلَّا السَّهَرُ
 ”کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزہ سے بجز بھوک کچھ حاصل نہیں اور کتنے رات کا قیام کرنے والے ہیں جن کو نماز سے جاگنے کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔“ (ابن ماجہ)

یہ کون بد قسمت لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پیٹ نے روزہ رکھا لیکن دل نے روزہ نہیں رکھا، ان کی زبان پیاسی تھی لیکن دل پیاسا نہ تھا، پس یہ لوگ کیونکر حوض کوثر سے اس دن اپنی پیاس بھانے کی توقع رکھتے ہیں جس دن ہر ایک کی زبان پر العطش العطش ہوگا۔

آج روزہ داروں کی کتنی محفلیں ہیں کہ ان میں غیبت کا مشغلہ نہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس گناہ کی آلودگی اور ارتکاب سے روزہ نہیں ٹوٹتا، حالانکہ وہ اپنا روزہ توڑ چکے ہیں، لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ وہ روزہ توڑ رہے ہیں:

الصَّائِمُ فِي عِبَادَةِ مَنْ حِينَ يَصْبِحُ إِلَى أَنْ يَمْسِيَ مَا لَمْ يَغْتَبِ فَإِذَا اغْتَابَ خَرَقَ صَوْمَهُ
 ”روزہ دار صبح سے شام تک عبادتِ خدا میں ہے، جب تک کسی کی غیبت نہ کرے اور جب وہ کسی کی برائی کرتا ہے تو اپنے روزہ کو پھاڑ ڈالتا ہے۔“ (دیلہی)

وہ سمجھتے ہیں کہ نفس کی اطاعت اور ہوا و ہوس کی بندگی اور عمل شر، منافی روزہ نہیں، لیکن ان کو سچا سمجھا جائے یا اس ہادی برحق کو جس نے فرمایا:

”ليس الصيام من الاكل والشرب إنما الصيام من اللغو والرفث“ (حاکم)
 ”روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں بلکہ لغو اور عمل شرے سے پرہیز کا نام ہے۔“

جو لوگ جھوٹ اور عمل بد کو روزہ کے لئے مضرب خیال کرتے اور دن بھر روزہ کے ساتھ اس میں مصروف رہتے ہیں، ان کو اپنی طرف سے کیا کہا جائے؛ اس مخبر صادق کا ارشاد پہنچائے دیتے ہیں جس کی کوئی تکذیب نہیں کر سکتا:

من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل فليس لله حاجة أن يدع طعامه وشرابه
 ”جو روزہ کی حالت میں جھوٹ اور جہالت کے کاموں کو نہیں چھوڑتا تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں
 کہ یہ روزہ دار بے کار اس کے لئے اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (صحیح بخاری: ۲۰۵۸)

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ روزہ کی حقیقت کیا ہے۔ روزہ ایک ملکوتی حالت کے ظہور کا نام ہے۔ صائم کا جسم انسان ہوتا ہے لیکن اس کی روح فرشتوں کی زندگی بسر کرتی ہے جو نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں۔ وہ تمام مادیات عالم سے پاک اور ضروریات دنیوی سے منزہ اور مصروف تسبیح و تہجد و تقدیس ہوتے ہیں۔ اس لئے صائم بھی نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے۔ وہ مادیات سے پاک اور ضروریات دنیوی سے منزہ رہنے کی، جہاں تک اس کی خلقت اور فطرت اجازت دیتی ہے، کوشش کرتا ہے۔ پس صائم مجسم نیکی ہوتا ہے، وہ کسی کی غیبت نہیں کرتا، وہ کسی کو برا نہیں کہتا، وہ کسی سے جہالت نہیں کرتا، وہ اس حکم کی تعمیل کرتا ہے:

وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله
 فليقل: إني امرؤ صائم“ (صحیح بخاری: ۱۹۰۴)

”تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے، نہ شور وغل کرے۔ اگر اسے کوئی
 بڑا کہے یا اس سے آمادہ جنگ ہو تو کہہ دے: میں روزہ سے ہوں۔“

روزہ فی الحقیقت نفس کشی کے لئے بہترین حربہ ہے اور شیطانی حملوں کی مدافعت کے لئے بہترین سپر ہے۔ وہ دنیا میں بھی سپر ہے اور آخرت میں بھی سپر ہے، دنیا میں بغاوت نفس کے لئے اور آخرت میں جہنم کے حملوں کے لئے اور کیوں نہ ہو جبکہ روزہ خیر محض اور نیکی خالص ہے اور روزہ کی جزا خود خدا دینے والا ہے

قال رسول الله ﷺ قال الله تعالى: كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فإنه لي،
 وأنا أجزى به والصيام جنة“ (صحیح بخاری: ۱۹۰۴)

”حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کا تمام عمل اس کے لئے ہے لیکن روزہ میرے لئے ہے، میں اس کی جزا دینے والا ہوں اور روزہ سپر ہے۔“

پس مبارک اور خوش قسمت ہے وہ جو اس سپر کو لے کر دنیا کے کارزار اعمال میں آتا ہے اور خدا کی

رحمت کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ یہ شرف روزہ داروں کو ہی حاصل ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو ان کے لئے رحمت خداوندی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ اس صادق و مصدوق نے فرمایا:

إذا دخل رمضان فتحت أبواب الجنة وفي رواية أبواب الرحمة وغلقت أبواب جهنم وسلسلت الشياطين (صحیح بخاری: ۱۸۹۹)

”جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے اور دوسری روایت میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے“ پس مبارک ہے وہ جو روزہ کو سپر بنا کر شیاطین کے حملوں سے اپنے کو بچاتا ہے۔ مبارک ہے وہ جس پر رحمت خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ مبارک ہے وہ جو ان ایام میں خدا کے لئے اپنے کھانے پینے اور جماع کو چھوڑتا ہے اور اس شرف سے مشرف ہوتا ہے جس کا اعلان اشرف الانبیاء نے اپنی زبان حق سے فرمایا:

كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف قال الله تعالى: إلا الصوم فإنه لي وأنا أجزى به يدع شهوته وطعامه من أجلي
”ابن آدم کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو نیکوں تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر روزہ اس سے مستثنیٰ ہے، وہ میرے لئے ہے، میں اس کا بے حساب اجر دوں گا، کیونکہ روزہ دار میرے لئے اپنی شہوانی خواہشات اور کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔“ (مسلم: کتاب الصیام، ۲۷۰۱)

[ہفت روزہ ’توحید‘ امرتسر..... ۱۳ فروری ۱۹۲۹ء جلد ۳ شمارہ ۱۵، ۱۶، ۱۷]

طلبہ میں علمی رسوخ، تحقیق و تصنیف کی صلاحیت اور علمی و دعوتی میدان میں درپیش عصری تقاضوں کی تعلیم و تربیت کیلئے

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے المعهد العالی للدعوة والإعلام کے زیر اہتمام

یک سالہ درجہ تخصص کیلئے داخلے جاری

جس میں نامور علماء ’دور جدید میں دین سے انحرافات‘ کے تدارک کیلئے محاضرات دیں گے، ان شاء اللہ

(رمضان المبارک کے فوراً بعد سے ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء تک داخلے جاری ہیں)

بنیادی صلاحیت: وفاق المدارس، درس نظامی سے فارغ التحصیل یا ایم اے اسلامیات عربی

خصوصی نگرانی: مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی مہنگہ اللہ

ماہوار وظیفہ: 2000 روپے

فوری رابطہ: ناظم دفتر جامعہ لاہور الاسلامیہ: ۹۱/بابر بلاک نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور فون: 5837339